لَه دَعْوَةُ الْحَقِّ

اسلامی مہینوں کی مناسبت سے ایک دعوتی اور موضوعاتی سلسلہ

محرم کی حقیقت اور بدعات

مرتب

مولانا مفتی مُحَمَّد ایاز درّانی صاحب حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز

العلم پبلیکیشنز

محرم کا تاریخی پس منظر

اور

مروّجہ بدعات

ابو معاویہ مولانا مفتی محمد ایاز حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز محلہ جنگی پشاور
091-2590315

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
محرم کی فضیلت اور تاریخ پس منظر	5
محرم کی حقیقت	10
محرم الحرام کا روزہ اور اسلامی تعلیمات	10
محرم کو اہل و عیال پر وسعتِ رزق	13
محرم کی بدعات و خرافات	14
ایصالِ ثواب کے لیے محرم کی تخصیص	14
پانی کی سبیل لگانا اور شربت پلانا	17
شہادت کے واقعات بیان کرنا	19
تعزیہ، ماتمی جلوس اور اس کا دیکھنا	22
ترک زینت، خوشی اور شادی بیاہ و نکاح	25
دس محرم کی تعطیل	27
دیگر غیر شرعی معمولات	27
خلاصۂ بحث	28

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَاءِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [مائدہ: ۳]

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا"۔

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ [مشکوۃ]

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رکھوگے تو گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب [قرآن] اور دوسری اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔"

محرم کی فضیلت اور اس کا تاریخی پس منظر

عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ محرم کا تقدس و احترام اور اس کی وجہ حرمت، سیدنا حسینؓ کی شہادت ہے، حالانکہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ اسلام میں اس مہینے کی فضیلت برسوں سے چلی آرہی تھی، بلکہ اسلام سے قبل سابقہ ادیان میں بھی اس کی فضیلت، احترام اور تقدس کا خیال رکھا جاتا تھا۔ ایک تو اس وجہ سے کہ محرم کا شمار ان چار اشہر الحرم میں سے ہوتا ہے جن کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے کہ:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ [التوبۃ: ۳۶]

"بے شک اللہ کے ہاں (اللہ کے علم میں) مہینوں کی تعداد اُس دن سے بارہ ہے جب سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیے اور ان میں سے چار عزت والے ہیں"۔

ان چار مہینوں سے مراد احادیث و اقوالِ مفسرین کی رو سے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

هِيَ ذُو الْقَعْدَةِ وَ ذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ وَمِنْهُ قَوْلُهُ صلى الله عليه وسلم فی خُطْبَتِهِ حَجَّةِ الْوِدَاعِ اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اِسْتَدَار كَهَيْئَةِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٍ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةُ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جَمَادِي وَشَعْبَان۔ [تفسیر ابی سعود کذا فی تسہیل لابن جزئ ومدارک للنسفی وتبصیر الرحمٰن للمھایمی]

بہر حال یوں تو سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، لیکن اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے پورے سال کے بعض ایام کو خصوصی فضیلت عطا فرمائی ہے اور ان ایام میں کچھ مخصوص احکام مقرر فرمائے ہیں۔ یہ محرم کا مہینہ بھی ایک ایسا مہینہ ہے جس کو قرآن کریم نے حرمت والا مہینہ قرار دیا ہے۔ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ چار مہینے ایسے ہیں جو حرمت والے ہیں، ان میں سے ایک محرم کا مہینہ ہے۔ خاص طور پر محرم کی دسویں تاریخ جس کو عام طور پر ''عاشورہ'' کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ''دسواں دن'' یہ دن اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا خصوصی طور پر حامل ہے۔

دوسرا ان مہینوں کی عزت و حرمت پہلے ہی سے دینِ ابراہیمی میں بھی چلی آرہی تھی حتی کہ مکہ والے بھی ان مہینوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے خصوصاً محرم کو بہت محترم مہینہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

كَانَ يَوْمُ عاشوره تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

یعنی زمانہ جاہلیت میں قریش بھی عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اس نے بھی یہی عزت و حرمت برقرار رکھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس محرم کا تقدس واہمیت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اس واقعے کے بعد اور بھی بڑھ گئی جب حضرت موسیٰؑ و بنی اسرائیل کو فرعون سے اسی ماہ محرم کی دس تاریخ

کو نجات ملنے کی خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے طور پر اسی دن روزہ رکھنے کا حکم ہوا جسے سیدنا موسیٰؑ نے مع قوم بجالایا، تاہم اس طرح یہ طریقۂ عزت واحترام بنی اسرائیل میں چلاآتارہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں انھوں نے یہود کو یہ روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر جواب ملا کہ اس دن موسیٰؑ کو نجات ملی تھی اور آپؑ نے روزہ رکھا تھا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ ﷺقَالَ: قَدِمَ النَّبِیُّ الْمَدِیْنَۃَ فَرَأَی الْیَھُوْدَ تَصُوْمُ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: (مَا ھٰذَا) قَالُوْا: ھٰذَا یَوْمٌ صَالِحٌ، ھٰذَا یَوْمٌ نَجَّی اللّٰہُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مِنْ عَدُوِّھِمْ فَصَامَہُ مُوْسٰی۔ قَالَ: (فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ) فَصَامَہُ وَاَمَرَ بِصِیَامِہِ [صحیح بخاری: کتاب الصوم]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عاشورہ [۱۰ محرم] کے دن یہود روزہ رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ [روزہ رکھنے کی کیا وجہ ہے] تو یہودیوں نے عرض کیا کہ یہ اچھا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات دلائی تھی پس اس لیے موسیٰؑ نے اس دن روزہ رکھا تھا [اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں] اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر موسیٰؑ کی طرح عمل کرنے کا میں تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہوں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں [صحابہؓ] کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

چوتھی اہم بات یہ کہ اس مہینے کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ رکھا اس کی اضافت اس کی خاص مخلوق کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں کی جا سکتی جیسا کہ محمد، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کے ساتھ ہے [یعنی یہ سب نبی عباد اللہ ہیں] اسی طرح اللہ کی طرف اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ کی

نسبت ہے ایک اونٹنی کی اضافت اللہ کی طرف ہے جسے قرآن پاک میں ناقۃ اللہ کہا گیا ہے [کیونکہ وہ ایک خاص اونٹنی تھی] تو جب یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاص کر دیا گیا اور روزہ کی نسبت تمام اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے تو مناسب یہ ہوگا کہ اس مہینے کو بھی اس خاص عمل روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے گا۔

ایک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ اس مہینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسی دوسرے کو اختیار نہیں ہے کہ اس کی حرمت کو بدل ڈالے جیسا کہ دورِ جاہلیت میں اہلِ عرب اس کو حلال کر دیتے تھے اور اس کی جگہ صفر کو حرمت کا مہینہ بنا دیتے تھے۔ اشارہ کر دیا اس بات کی طرف کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اللہ نے اس کو حرمت کا مہینہ بنایا ہے۔ پس اس کی طرف سے مخلوق میں سے کسی اور کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کو بدل دے۔

[لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف از : ابن رجب حنبلیؒ]

اس کے علاوہ محرم میں بہت سے اہم واقعات شہادتِ حسینؓ سے قبل تاریخ کے اوراق میں وقوع پذیر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے :

۱۔ نبی کریم ﷺ کو کفار مکہ نے اس ماہ یکم محرم کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تھا۔

۲۔ خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت یکم محرم ہی کو ہوئی۔

۳۔ مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی وفات بھی یکم محرم کو پیش آئی۔

اس کے بعد اتفاقی طور پر اسی محرم کی ۱۰ تاریخ کو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسینؓ کی شہادت کا حادثۂ فاجعہ بھی سبائی ٹولہ کے سازشی ذہن کے مکر و فریب سے واقع ہوا۔ [جس کی تفصیل بندہ کے رسالہ ''واقعۂ کربلا کی حقیقت'' میں دیکھی جا سکتی ہے]۔ بہر حال اس بحث سے معلوم ہوا کہ اس کو حرمت کا مہینہ شہادتِ حسینؓ یا واقعۂ کربلا کی وجہ سے بنانا صحیح نہیں۔ مگر رافضی سبائیوں نے لوگوں کے اذہان میں غیر محسوس طور پر ایک تو یہ جھوٹ سما دیا

کہ محرم کی عظمت وحرمت شہادت حسینؓ ہی کی وجہ سے ہے [جو صریح جھوٹ ہے جیسا کہ پہلے ثابت ہوا] اور دوسرا یہ غلط خیال بھی لوگوں کے دلوں میں جما دیا کہ دنیا میں شہادت حسینؓ جیسا مظلومیت کا اور کوئی سانحہ رونما نہیں ہوا، حالانکہ اس سے کئی زیادہ دل سوز اور مظلومیت کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام میں جا بجا موجود ہیں جن میں سے ایک واقعہ خلیفۃ الرسول امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا ہے جس کی مظلومیت کی نظیر بلا شک و شبہ کہیں نہیں ملتی، مگر باوجود اس کے مسلمان اس حادثۂ ظلم و جبر اور مظلومیت سے اس قدر بے خبر ہیں کہ گویا ان کے نزدیک یہ فرش و عرش کو لرزا دینے والا سانحہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوا۔

کیا آپ نے کبھی کسی زبان کو اس مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہوئے، کسی کان کو اس طرف التفات کرتے ہوئے، کسی قلم کو یہ جان نگار حادثہ لکھتے ہوئے، اوراق تاریخ میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے کسی نگاہ کو توجہ دیتے ہوئے، اس مظلومیت پر کسی دل میں احساسِ درد کرتے اور کسی آنکھ کو کبھی اشک بار دیکھا ہے؟

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارک کا طائف میں لہو لہان ہونا، جہاد میں کفر سے بر سر پیکار رہ کر درندہ صفت کفار کے ہاتھوں دانت مبارک کا شہید ہونا، چہرۂ انور کا زخمی ہونا اور اس سے نہ رکنے والا خون جاری ہونا، انگلی سے خون بہنا اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کے ظلم و بے دردی کے ساتھ شہید ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے جانباز و جان نثار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اسلام کا مکار رافضی غنڈوں کے ہاتھوں شہید ہونے کا بیان اس درد سے ہونا کبھی سنا ہے؟ کیوں آج دل و دماغ ان دل گداز واقعات کی حقیقت جاننے کی زحمت گوارا نہیں کرتے؟ کیوں آج زبان و قلم ان واقعات کی سچی تصویر پیش کرنے اور اظہارِ حقیقت کرنے سے قاصر ہیں؟ کیوں ہاتھ آج سچی تاریخ کو ٹٹولنے کی سکت نہیں رکھتے؟ اور کیوں آنکھ میں وہ نور نہیں رہا کہ تاریخ کی ان مسلمہ حقیقتوں کا مشاہدہ کر سکے؟ وجہ اس سب کی یہ ہے کہ اسلام دشمنی کے ان سفاکانہ حالات و واقعات کے علم سے اسلام

دشمنی اور رافضیت کی مکاری و تقیہ کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان دشمنانِ اسلام نے اپنے بے شمار مذموم مقاصد کے حصول کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور باقی صحابہ کرامؓ کی شان کو اہلیانِ اسلام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کی خاطر اس ایک واقعہ [شہادت حسینؓ] کی ایسے غلط انداز سے منظر کشی کی اور اس کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور ان دونوں اہداف کو نشانہ بنایا کہ نہ تو آج اُن انبیاء اور صحابہؓ پر ظلم و جور کے جو پہاڑ توڑے گئے نظر آتے ہیں اور نہ ہی ان کی اسلام دشمنی کے مکر و فریب کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ غور کیجیے کہ یہ اُسی رافضیت کا زہر نہیں تو اور کیا ہے؟

محرم کی حقیقت:

محرم میں بدعات و خرافات اور افراط و تفریط کی اصل وجہ اس کے بارے میں مستند دینی معلومات کی کمی ہے۔ کیا یہ مہینہ محترم و معظم ہے یا منحوس و معیوب ؟۔

اہل تشیع اس مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، شاید اِن کے نزدیک شہادت بری چیز ہو! چونکہ سیدنا حسینؓ کی شہادت اس مہینے میں ہوئی ہے اس لیے اہل تشیع اس ماہ کوئی تقریب، خوشی کا کام، شادی اور نکاح وغیرہ نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اسلام کے نزدیک ماہ محرم محترم، معظم اور مقدس ہے۔ بنا بریں اب بحیثیت مسلمان یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے اس کے بارے میں ہمیں کیا تعلیمات دی ہیں، کن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن کاموں سے منع کیا ہے تا کہ اوامر پر عمل، نواہی سے بچاؤ اور جن چیزوں سے شریعت خاموش ہے ان کو ترک کیا جاسکے۔

محرم الحرام کا روزہ اور اسلامی تعلیمات:

شریعتِ اسلام سے ثابت، جائز بلکہ سنت عمل محرم کی ۱۰ تاریخ [عاشورہ] کا روزہ رکھنا ہے۔ جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اس وقت "عاشورہ" کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا تھا، بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اُس وقت

عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے روزے رکھنے کو سنت اور مستحب قرار دیا۔ جیسا کہ پہلے بحوالہ بخاری شریف سیدنا ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب موسیٰؑ کے اس دن روزہ رکھنے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

سیدنا ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا، قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ۔

[بخاری]

"یہودی عاشورہ کے دن کو عید شمار کرتے تے [اور روزہ رکھتے تھے] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حکم دیا کہ تم لوگ بھی اس دن روزہ رکھو"۔

سیدنا ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن کا روزہ رکھے گا تو اس کے عاشورہ کے روزے سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔ [مشکوۃ: ۱/۱۷۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب بھی عاشورہ کا دن آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے، لیکن وفات سے پہلے جو "عاشورہ" کا دن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دس محرم کو ہم مسلمان بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودیوں کے روزہ رکھنے کی وجہ وہی تھی کہ اس دن میں چونکہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ فرعون سے نجات دی تھی، اس کے شکرانے کے طور پر یہودی اس دن روزہ رکھتے تھے۔

بہر حال! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ساتھ ہلکی مشابہت ہو جاتی ہے، اس لیے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشورہ کا روزہ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ دس

محرم الحرام سے ایک دن قبل کا یعنی نویں محرم الحرام کا یا ایک دن بعد کا یعنی گیارویں محرم الحرام کا روزہ بھی رکھوں گا، تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے، لیکن اگلے عاشورہ کا دن آنے سے پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں ملی، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی اس لیے صحابہ کرامؓ نے عاشورہ کے روزے میں اس بات کا اہتمام کیا اور ۹ محرم یا ۱۱ محرم کا ایک روزہ ملا کر رکھا اور اس کو مستحب قرار دیا اور تنہا عاشورہ کے روزہ رکھنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ قرار دیا یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشورہ کا روزہ رکھ لے تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا، بلکہ اُس کو عاشورہ کے دن کا ثواب ملے گا، لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش دو روزے رکھنے کی تھی اس لیے اس خواہش کی تکمیل میں بہتر یہ ہے کہ ایک روزہ ملا کر دو روزے رکھے جائیں۔

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے اللہ تعالیٰ کے اس مہینے کے روزے ہیں جس کو تم محرم کہتے ہو اور فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز قیام اللیل ہے [یعنی تہجد کی نماز]"۔

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ افضل ترین روزے جن کو رمضان المبارک کے بعد رکھا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے نفلی روزے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ رمضان المبارک کے بعد مکمل طور پر روزے رکھنے کا افضل مہینہ ماہِ محرم ہے کچھ روزے ایسے ہیں جو کسی کسی مہینے میں کچھ دن رکھے جاتے ہیں تو وہ دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ یومِ عرفہ کا روزہ یا عشرہ ذی الحجہ کے نو روزے یا شوال کے چھ روزے وغیرہ۔

اس بات کی تائید میں امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے ایک حدیث ذکر کی ہے جو سیدنا علیؓ سے مروی ہے ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: "یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے کسی ایسے مہینے کے بارے میں خبر دیجئے کہ ماہِ رمضان المبارک کے بعد میں اس میں روزے رکھا کروں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر تو رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتا ہے تو محرم کے روزے رکھا کر۔ کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے اور اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایک قوم کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرماتے ہیں"۔ [لطائف المعارف]

دس محرم کو اہل و عیال پر وسعتِ رزق:

محرم میں ان دو دنوں [۱۰،۹ یا ۱۱، ۱۰] کا روزہ رکھنے کے علاوہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

مَنْ وَسَّعَ عَلٰى عِيَالِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَةَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّنَةَ كُلَّهَا۔

"اس روز [یوم عاشورہ] جو اپنے اہل و عیال پر وسعتِ رزق کرے تو پورا سال وسعتِ رزق ہو گی"۔

مگر اس روایت میں کلام ہے۔ فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"اس کو مشہور محدثین نے غیر ثابت قرار دیا ہے، بفرضِ ثبوت اس سے اس لیے احتراز لازم ہے کہ لوگ اس کو ثواب سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت نے اس میں ثواب نہیں بتایا۔ اسے ثواب سمجھنے سے یہ کام بدعت بن جائے گا۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میں تو یہ کام صرف وسعتِ رزق کے لیے کرتا ہوں، میں اسے ثواب کی نیت سے نہیں کرتا تو اس سے کہا جائے گا کہ آپ کے اس فعل سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں ایسے وقت میں فقہ کے قاعدے کے مطابق اس کا ترک واجب ہے، چنانچہ حکم ہے: اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ فَتَرْكُهٗ وَاجِبٌ

"جب معاملہ سنت اور بدعت میں دائر ہو تو ترک واجب ہے"۔

اور یہاں تو معاملہ سنت اور بدعت کا نہیں بلکہ جائز اور بدعت کا ہے یہاں تو بطریق اولیٰ ترک واجب ہوگا"۔ [احسن الفتاوی: ص۱/۳۹۵]

پس اس روزے کے علاوہ محرم میں کوئی عمل شریعت سے ثابت نہیں بلکہ بد قسمتی سے بدعات وخرافات اور اہلِ تشیع کے نظریات واعمال پر مشتمل امور ضرور رواج پا چکے ہیں۔

محرم کی بدعات وخرافات:

محرم میں بہت سی بدعات، خرافات اور رسومات کی پابندی کی جاتی ہیں جن کا کوئی ثبوت شریعت یعنی قرآن و سنت اور صحابہؓ سے نہیں ہے، مثلاً ایصال ثواب کے لیے محرم اور خاص قسم کے کھانوں [کھیر، کھچڑی، دودھ، شربت، پانی اور سبیل لگانے] کی تخصیص، ماتم، تعزیہ و ذوالجناح کے جلوس، محرم کو منحوس سمجھنا، ترکِ زینت، شادی و نکاح نہ کرنا، یزید پر لعن طعن کرنا، شہادت کے جھوٹے قصے اور وفات نامہ، جنگ نامہ وغیرہ بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہاں ان میں سے چند مشہور اور مروج کا تذکرہ کرنے کے بعد علمائے کرام کے اقوال اور فتاوی جات پیش کیے جائیں گے۔

ایصالِ ثواب کے لیے محرم کی تخصیص:

ایصال ثواب بذاتِ خود جائز کام ہے۔ خیرات، صدقات اور نیکی بھلائی کا شریعت کی حدود میں کوئی بھی کام کرکے ثواب میت کو بخشا جاسکتا ہے لیکن محرم کی ۹، ۱۰، ۱۱ تاریخ کی تخصیص یا اس ماہ میں سیدنا حسینؓ کی روح کو ایصال ثواب کی خاطر کھانا پکانا، کھیر، کھچڑی تیار کرنا وغیرہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ ایک تو عام طور پر یہ سیدنا حسینؓ کے نام پر نذر و نیاز کی نیت سے پیش کیا جاتا ہے، جیسا کہ سننے میں آتا ہے کہ نذرِ خدا و نیازِ حسینؓ، جبکہ جان لینا چاہیے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام بلکہ شرک ہے۔ اور قرآن پاک میں سورۃ البقرہ کی آیت (۱۷۳) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ "بے شک تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور

جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام [نذر و نیاز] مانا جائے وہ حرام ہے" کے تحت آتا ہے۔ جس کے بارے میں ابن نجیم ابو حنیفہ ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ:

اَلنَّذْرُ عِبَادَۃٌ وَالْعِبَادَۃُ لِغَیْرِ اللّٰہِ کُفْرٌ [بحر الرائق]

"نذر عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا کفر ہے"۔

۲۔ اگر کوئی کہے کہ محرم میں ہم سید نا حسینؓ کی نذر نہیں دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ کھانا وغیرہ تیار کرکے حسینؓ کے ایصالِ ثواب کی نیت سے دیتے ہیں تو یہ بھی اس وجہ سے صحیح نہیں ہیں بلکہ ناجائز ہے اس لیے کہ ایصالِ ثواب کے لیے اس ماہ اور پھر ۹، ۱۰، یا ۱۱ وغیرہ تاریخ کو خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم قَالَ لَا تَخُصُّوا لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ بِقِیَامٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ وَلَا تَخُصُّوا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِصِیَامٍ مِنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ [مسلم]

سید نا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "راتوں میں سے جمعہ کی رات قیام [عبادت] کے لیے مخصوص نہ کرو، اور نہ ہی دوسرے دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کے لیے مخصوص کرو"۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عبادت کے لیے اپنی طرف سے اوقات و ایام کی تخصیص [خاص کرنا] منع ہے۔

اسی طرح مولانا سرفراز صفدر صاحب نے اپنی تصنیف "راہِ سنت" میں لکھا ہے:

"میت کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور صدقہ و خیرات دینا اور بلا اجرت کے قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا، اسی طرح نفلی نماز و روزہ اور حج وغیرہ سے میت کو ثواب پہنچانا [بخشنا] جائز اور صحیح ہے، لیکن ایصالِ ثواب کے لیے شریعتِ حقہ نے دنوں اور تاریخوں کی کوئی تعین نہیں کی ہے اور پہلے باحوالہ یہ گزر چکا ہے کہ اپنی طرف سے ایسی تعین کرنا بدعت ہے۔ دلائلِ اربعہ میں سے کوئی دلیل اس پر دال نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے دنوں کی تعین ضروری ہے"۔ [راہ سنت: ۲۶۰]

لہٰذا ایصالِ ثواب کے لیے محرم کی تعین و تخصیص بھی ناجائز ہے۔

مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

"تقسیمِ صدقات بہ تخصیص ان ایام [محرم میں] کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے، تو بدعتِ ضلالہ [گمراہ کن بدعت] ہے علیٰ ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کرنا لغو ہے۔" [فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸]

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ کے [وقت مقرر کیے بغیر] اگر ہو تو عین ثواب ہے اور جب تخصیصات اور التزاماتِ مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے"۔

[فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۰]

پس ایصالِ ثواب ہر وقت ہو سکتا ہے یہ تخصیص بدعت اور لغو ہے۔ تیسری بات یہ کہ ماہِ محرم میں ایسا کرنا فرقۂ اہلِ تشیع سے مشابہت ہے۔ وہ بھی یہ کھانا وغیرہ اسی ماہ اور انہیں تاریخوں میں دیتے ہیں اور سنی مسلمان بھی ان کے غیر محسوس اثرات میں گرفتار ہو کر ایسا کر رہے ہیں جو کہ حدیث کی رو سے حرام ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ [مشکوۃ]

"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے"۔

اس طعام و کھانا تیار کرنے اور دینے کے بارے میں فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"محرم کے مہینے میں بالخصوص نویں، دسویں، اور گیارہویں تاریخ میں کھانا پکا کر حضرت حسینؓ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے۔"

ایصالِ ثواب کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق نقد رقم کسی کارِ خیر میں لگا دے یا کسی مسکین کو عطیہ کر دے، یہ طریقہ اس لیے افضل ہے کہ اس سے مسکین ہر

حاجت پوری کرسکے گا، اور اگر اسے کوئی ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لیے رکھ سکتا ہے۔ نیز یہ صورت ریا اور نمود سے پاک ہے۔ حدیث میں مخفی صدقہ دینے والے کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیں گے، جبکہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اور تمازت کے سبب لوگ پسینوں میں غرق ہو رہے ہونگے۔ فضیلت کے لحاظ سے دوسرے درجے پر یہ صورت ہے کہ مسکین کی حاجت کے مطابق اسے صدقہ دیا جائے، یعنی اسکی ضرورت کو دیکھ کر اسے پورا کیا جائے یہ ایصالِ ثواب کی صحیح صورتیں ہیں اب مروجہ طریقے کی قباحتیں سنیئے۔

۱۔ جن ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اگر ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا گیا تو شرک ہے اور ایسا کھانا مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ میں داخل ہونے کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔

۲۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقے میں دی جاتی ہے میت کو بعینہٖ وہی ملتی ہے۔ یہ خیال بالکل باطل اور لغو ہے میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے، حالانکہ لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کے جانور کا گوشت پوست نہیں پہنچتا بلکہ اس کا ثواب [اخلاص اور جذبہ] پہنچتا ہے۔

۳۔ ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے یہ قیود لگائی گئی ہیں، صدقے کی متعین صورت یعنی طعام متعین، مہینہ و دن متعین، حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعین نہیں فرمائی آپ جب چاہیں جو چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا سخت گناہ اور بدعت ہے بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے"۔ [احسن الفتاویٰ: ۳۹۱/۱، ۳۹۲]

پانی کی سبیل لگانا اور شربت پلانا:

محرم کے ان غیر شرعی کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ اس مہینے میں اہلِ تشیع خصوصاً اور عام لوگ عموماً اس ماحول کے زیرِ اثر جگہ جگہ پانی کی سبیلیں لگاتے ہیں اور دوسروں کے

ساتھ ساتھ راہ چلتے لوگوں کو بھی پانی یا شربت پلایا جاتا ہے۔ اس کام میں کئی مفاسد اور خرابیاں ہیں۔

۱۔ ایک تو جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ ایسا کرنے میں اہلِ تشیع سے مشابہت ہوتی ہے۔ یہ شربت اور پانی کی سبیل سیدنا حسینؓ کے نام کی نذر ہوتی ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ یہ شربت یا پانی کی سبیل لگانا اور تقسیم ایک غلط عقیدے و خیال پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ عموماً اہلِ تشیع کا یہ خیال ہے کہ کربلا میں پانی نہیں تھا، سیدنا حسینؓ اور اہلِ بیت پیاس کی حالت میں شہید ہوئے تھے اور ان پر پانی بند تھا۔ اسی لیے شربت اور پانی دیا جاتا ہے۔ پہلی بات تو یہ جھوٹ ہے کہ کربلا میں پانی نہیں تھا اور اہل بیت پیاس کی حالت میں شہید ہوئے تھے کیونکہ خود اہلَ تشیع کے فرقے کی معتبر کتاب جلاء العیون میں ہے کہ:

"۱۰ محرم کی شب حضرت حسینؓ نے فرات سے پانی منگوایا اور ساتھیوں کو پلایا"۔

[بحوالہ واقعہ کربلا از علامہ بندیالوی]

سو کربلا میں پانی کے نہ ہونے کی بات ہی سرے سے غلط ہے اور وہ [شہداء کربلا] بھی پیاس کی وجہ سے شہید نہیں ہوئے تھے، بلکہ اصل میں پیاس کی حالت میں شہادت تو سیدنا عثمان غنیؓ کی ہوئی تھی جن پر عبداللہ بن سبا کی ذریت [رافضیوں] نے پانی بند کیا تھا۔

ستم بالائے ستم انھوں نے درندگی کی انتہا کرتے ہوئے جناب ذوالنورینؓ کو اپنے خریدے ہوئے کنویں تک سے پانی پینے نہ دیا، یقیناً ایسا کرتے ہوئے ان لوگوں کو سیدنا عثمانؓ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادگی سے بھی حیا نہ آئی، لیکن ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ نے رافضیوں کے اس ظلم کو چھپانے کے لیے کربلا میں پیاس، پانی نہ ملنے، اہلِ بیت اور پانی کی پابندی اور یزید پر سیدنا حسینؓ واہلِ بیت کے قتل کا جھوٹا ڈرامہ رچایا اور لوگوں کی توجہ اس جانب سے ہٹائی تاکہ اس ظلم کی طرف کسی کا خیال ہی نہ رہے۔ دوسرا یہ کہ اگر بالفرض پیاس کی حالت میں اہلِ بیت کو شہادت ملی بھی ہو تو کیا وہ اب تک پیاسے ہیں؟

اسی پر رد کرتے ہوئے حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا۔ کیونکہ پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا، مگر وہی رسم کی پابندی اس میں ہے، اور اس کے علاوہ اس میں اہلِ رفض کے ساتھ تشبّہ بھی ہے اس لیے یہ بھی قابل ترک ہے۔ تیسرے اس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش ہے اس لیے اس کو تجویز کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اور خلاف قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا تو اب سب یکساں ہیں نہ کہ ان کے زعم میں اب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں یہ کس قدر بے ادبی ہے، ان مفاسد کی وجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے"۔ [اصلاح الرسوم: ۱۳۷]

شیخ المشائخ مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی ایک سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

"محرم میں ذکرِ شہادت حسینؓ کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا درست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں"۔ [فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹]

بہر حال مندرجہ بالا مفاسد کی بنا پر محرم میں پانی و شربت تقسیم کرنا اور اس قسم کی سبیل سے پانی اور شربت پینا منع اور ناجائز ہے۔

شہادت کے واقعات بیان کرنا:

محرم میں لوگ شہادت کے قصے بیان کرنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، اس کے لیے بہت سی جھوٹی کتابیں مثلاً سر الشہادتین، وفات نامہ، جنگ نامہ وغیرہ کے علاوہ جاہل و پیشہ ور مقررین کی شہادت اور کربلا کے واقعات کی کیسٹیں بھی سنتے اور سناتے ہیں۔

عوام و علمائے سوء تو درکنار ان پروگرامات کو حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے اور

مختلف میڈیاز [ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات، رسائل و جرائد] وغیرہ میں اس ماہ کی نسبت سے مشہور من گھڑت افسانوں کا پرچار کیا جاتا ہے، مرثیے اور نوحے پڑھے جاتے ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہیں جن سے ایک طرف تو رافضیت کا پرچار ہوتا ہے تو دوسری طرف عوام کے عقائد کو خراب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ناسمجھوں کے ذہن پر ان واقعات کی غلط تصویر جم جاتی ہے۔اس کے شرعی طور پر ناجائز ہونے کو علمائے حق نے نہ صرف زبان سے بیان کیا بلکہ ان کے قلم نے بھی اس کی مذمت کی ہے۔ جیسا کہ مفتی رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

"ایام محرم میں سر الشھادتین [واقعہ کربلا اور شہادت پر ایک افسانہ اور جھوٹ کے پلندے پر مبنی کتاب ہے] کا پڑھنا منع ہے حسب مشابہت مجالسِ روافض کے"۔[فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹]

مولانا اشرف علی تھانویؒ "اصلاح الرسوم: ۱۳۹" میں ان واقعات اور منگھڑت قصوں کے مفسدات کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"واقعہ کربلا سے عموماً موسوم کی گئیں مظلومیت کے یہ جو واقعات اور قصہ گوئیاں بر سر بازار بیان کی جاتی ہیں یہ سب اہلِ بیت کی اہانت ہیں۔اس طرح کے قصے اور شہادت نامے سننے سنانے میں ایک گمراہ قوم رافضیوں سے مشابہت ہے۔"

مفتی اعظم ہند محمد کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

"بیان شہادت کے لیے انعقادِ مجلس بدعت ہے ہاں وعظ و تذکیر کے لیے جائز ہے"۔

[کفایت المفتی: ۲۰۱/۱]

اسی طرح مفتی رشید احمد لدھیانویؒ اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اس مہینے میں دیگر خرافات کے ساتھ ایک یہ بھی ہے کہ اس مہینے میں مجلسیں اور جلسے کیے جاتے ہیں جن میں شہادت کے قصے سنے سنائے جاتے ہیں، اس میں ایک گناہ تو یہ ہے کہ اہلِ باطل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جو کہ شرعاً منع ہے چنانچہ جب دسویں محرم کے روزے

کے بارے میں بارگاہِ رسالت میں یہ عرض کیا گیا کہ اس میں یہود روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ ایک روزہ اور ملالو، نویں یا گیارہویں، عبادت میں بھی مشابہت کی اجازت نہ دی۔

ان مجالس میں دوسری قباحت یہ بھی ہے کہ شہادت کے قصے سن کر صدمہ اور بزدلی پیدا ہوتی ہے اور مسلمانوں میں بزدلی کا پیدا ہونا اسلام کے تقاضوں کے خلاف ہے اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمان میں بلند ہمتی پیدا ہو یہی وجہ ہے کہ قربانی میں یہ حکم ہے کہ جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کریں، ورنہ ذبح کے وقت موجود رہیں، اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ مسلمانوں میں عالی ہمتی اور قوتِ قلب پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ جو آدمی اپنی آنکھ سے بکرے کو ذبح ہوتے نہ دیکھ سکے وہ دشمن کو کب قتل کرسکے گا؟"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"نیز یہ رونے رلانے کے واقعات جو ان مہینوں میں سنائے جاتے ہیں اکثر غلط ہیں اس لیے ان کا سننا تو ویسے بھی ناجائز ہے۔ تاریخ پر اہلِ تشیع کا تسلط، ان تقیہ باز منافقین کا مسلمانوں میں گھس کر من گھڑت روایات کی اشاعت کرنا اور مسلمانوں کا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت و عقیدت کی وجہ سے مظلومیت کی ہر داستان کو صحیح باور کرلینا یہ ایسے امور ہیں کہ ان کی وجہ سے واقعۂ شہادت کی صحیح حقیقت کا انکشاف ناممکن ہے حتیٰ کہ بظاہر معتبر و مستند کتابوں میں مندرجہ تفاصیل بھی قابلِ اعتماد نہیں۔

اکثر روایات آپس میں تضاد و عقل و اصول شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے یقیناً غلط ہیں، بلکہ نفس شہادت کے سوا اس کی تفصیل کا شاید ہی کوئی جزئیہ ایسا ہو جس کی صحت پر پورا اعتماد کیا جاسکے۔ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے والوں نے اپنی اس شقاوت پر پردہ ڈالنے اور حقیقت کو مسخ کرنے کی غرض سے جھوٹی روایات وضع کرنے میں اپنی مخصوص مہارت سے پورا کام لیا ہے"۔ [احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۹۳، ۳۹۲]

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا کی حقیقت اور مزید تفصیل کے لیے بندہ کے رسالے [واقعہ

کربلا کی حقیقت] کے علاوہ علامہ عطاء اللہ بندیالوی اور مولانا عتیق الرحمان سنبلی صاحب کی الگ الگ کتابیں" واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" دیکھی جا سکتی ہیں۔

تعزیہ جلوس، ماتمی جلوس نکالنا اور اسے دیکھنے کے لیے جانا:

محرم میں اہلِ تشیع تعزیتی کے جلوس نکالتے اور ماتم کی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ شریعت کے سو فیصد خلاف ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان تعزیہ جلوسوں اور ماتمی مجلسوں میں ہمارے دیگر سنی مسلمان بھائی بھی شریک ہوتے ہیں اور اس کی سیر کے لیے جاتے ہیں۔ سبائیوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ کار خیر اور ثواب بنا کر رکھ دیا ہے۔ عوام اس میں ثواب کی نیت سے جاتے ہیں اور وہاں مرادیں مانگتے ہیں، جعلی براقِ حسینؓ پر نذریں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

یہ تمام کام شریعت کے خلاف گمراہ کن خرافات ہیں۔ جن کی تردید کے لیے مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے احسن الفتاویٰ [۱/ ۳۹۳] کی یہ عبارت ہی کافی ہے:

"ان دنوں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس کا نظارہ دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتی ہے۔ اس میں کئی گناہ ہیں، ایک یہ کہ اسمیں دشمنانِ صحابہؓ اور دشمنان قرآن کے ساتھ تشبہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

"جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ انہی میں شمار ہو گا۔"

ہولی [ہندوؤں کے تہوار] کے دنوں میں ایک بزرگ جا رہے تھے انھوں نے مزاح کے طور پر ایک گدھے پر پان کی پیک ڈال کر فرمایا کہ تجھ پر کوئی رنگ نہیں پھینک رہا، لو تجھے میں رنگ دیتا ہوں۔ مرنے کے بعد اس پر گرفت ہوئی کہ تم ہولی کھیلے تھے اور عذاب میں گرفتار ہوئے۔

دوسرا گناہ ہے کہ اس سے ان دشمنانِ اسلام کی رونق بڑھتی ہے۔ دشمنوں کی رونق بڑھانا بہت بڑا گناہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ "جس نے کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہے"۔

تیسرا گناہ یہ ہے کہ جس طرح عبادت کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح گناہ کو دیکھنا بھی گناہ ہے۔ ایک دفعہ کچھ صحابہؓ جہاد کی مشق کر رہے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اس عبادت کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اتنا اہتمام فرمایا کہ آپ پردے کی غرض سے خود کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پردے میں کھڑی ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سے دیکھتی رہیں۔ حضرت عائشہؓ اُس عبادت کے نظارے سے سیر ہو کر جب خود ہٹیں تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہٹے، غرضیکہ عبادت دیکھنا بھی عبادت اور گناہ دیکھنا بھی گناہ ہے۔

چوتھا گناہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہوتا ہے۔ ایسی غضب والی جگہ جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا گزر ایسی بستیوں کے کھنڈرات پر ہوا جن پر عذاب آیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈالی اور سواری کو بہت تیز چلا کر اس مقام سے جلدی گزر گئے۔

جب سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم غضب والی جگہ سے بچنے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے تو عوام کا کیا حشر ہو گا، سوچنا چاہیے کہ اگر اللہ کے دشمنوں کے کرتوتوں سے اس وقت کوئی عذاب آگیا تو کیا صرف نظارہ دیکھنے کیلیے جمع ہونے والے مسلمان اس عذاب سے بچ جائیں گے؟ ہر گز نہیں بلکہ عذاب آخرت میں بھی یہ لوگ ان کے ساتھ ہونگے، اللہ تعالیٰ مستحق عذاب بنانے والی بد اعمالیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

مولانا اشرف علی تھانویؒ تعزیہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

"تعزیہ بنانا۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہوتا ہے۔ بعض جہلا کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس میں حضرت امام حسینؓ رونق افروز ہیں اور اس وجہ سے اس کے

آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں۔ جس کا مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ الله میں داخل ہو کر کھانا حرام ہے۔ اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرف پشت نہیں کرتے، اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں، اور اس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں۔ ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس آیت اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ کے مضمون میں داخل ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اس کی بے حد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعتاً اُس کو جنگل میں لے جا کر توڑ پھوڑ کر برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہو گیا۔۔۔ واقعی جو امر خلافِ شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب اس کو حضرت امام عالی مقامؓ کے ساتھ نسبت ہو گئی اور اُن کا نام لگ گیا۔ اس لیے تعظیم کے قابل ہو گیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جب کہ نسبت واقعی ہو۔ مثلاً: حضرت امام حسینؓ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی ان کا تبرک ہو۔ ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہر گز اسباب تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود امام حسینؓ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہیے کہ اس کی اور زیادہ تعظیم کرنے لگو، حالانکہ بالیقین اس کو گستاخ و بے ادب قرار دے کر اس کی سخت توہین کے در پے ہو جاؤ گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذبہ سے وہ شئے معظم نہیں ہوتی بلکہ اس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے اس بنا پر انصاف کر لو کہ یہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے۔ [اصلاح الرسوم: ۱۳۵]

مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم [محرم کے دس دن] میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے۔ فِي الۡحَدِيۡثِ نَهٰى عَنِ الۡمَرَاثِيۡ۔ الحدیث اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہیں"۔ [فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸]

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

"نوحہ کرنا؛ جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئیں ہیں۔ ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے اور اس کی طرف کان لگانے والے کو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔ مرثیہ پڑھنا، جس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔ اکثر موضوع روایات پڑھنا جس کی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں"۔

[اصلاح الرسوم]

ترک زینت اور خوشی، شادی بیاہ و نکاح:

محرم میں ایک خلاف شریعت کام یہ ہے کہ اس مہینے میں لوگ زینت ترک کرتے ہیں۔ عام طور پر لوگ نئے کپڑے نہیں پہنتے، صفائی نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس زینت کو اپنے آپ پر حرام اور بند کرنے پر رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ زینت کیوں حرام کرتے ہو؟

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (الاعراف: ۳۲)

"ان کو کہو کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی وہ زینت حرام کی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے؟"

یعنی حرام نہیں ہے پھر کیوں اپنے اوپر حرام کرتے ہیں اور ترک زینت کے ساتھ ساتھ لوگ غم و سوگ کی نیت سے سیاہ لباس پہنتے ہیں جو کہ سبائیوں سے مشابہت ہے۔ اس کے بارے میں حکیم الامتؒ نے کہا ہے:

"ان ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے، باقی حرام۔ سو اب تیرہ سو[۱۳۰۰] سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔ کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اظہارِ غم کرنا [بھی

حرام] ہے۔ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصینؓ سے کسی ایک قصے میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہیں، یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا: ”جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو، میرا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمھاری صورتیں مسخ ہو جائیں“۔ پس فوراً لوگوں نے اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع وہیئت اظہارِ غم کے لیے بنانا بھی حرام ہے“۔ [اصلاح الرسوم: ۱۳۶]

عام طور پر گانے بجانے وغیرہ سے بھی اس مہینے میں پرہیز کیا جاتا ہے، حالانکہ گانے بجانے نہ صرف اس مہینے میں بلکہ سال کے بارہ مہینے ہر وقت حرام ہیں۔اسے ترک اس مہینے کو سوگ کا مہینہ سمجھ کر کیا جاتا ہے جو کہ دراصل رافضیت کے گہرے لیکن بڑے غیر محسوس اثر کا ہی نتیجہ ہے۔

”شیعہ لوگ اس [محرم] کو منحوس سمجھتے ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک شہادت بہت بُری اور منحوس چیز ہے اور چونکہ حضرت حسینؓ کی شہادت اسی میں ہوئی ہے اس لیے اس میں وہ تقریب اور خوشی کا کام شادی، نکاح وغیرہ نہیں کرتے“۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

”جب یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ اور دن افضل ہے تو اس میں نیک کام بہت زیادہ کرنے چاہییں۔ نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی اس میں زیادہ کرنی چاہییں، اس میں شادی کرنے سے برکت ہو گی“۔

لہٰذا اس مہینے میں شادی کرنے سے ایک تو اس باطل قوم سبائیوں کی مخالفت ہو جائے گی جو کہ ایک مستحسن کام ہے اور دوسرا یہ کہ ایک رسم باطل کی بھی بیخ کنی ہو جائے گی کیونکہ کسی ایک رسم کو ختم کرنا بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

دس محرم کی تعطیل:

دس محرم کو عوامی و سرکاری طور پر منایا جاتا ہے۔ اس دن عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس دن چھٹی کرنے میں کئی قباحتیں ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اس میں اہل تشیع کے ساتھ تشبہ ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی تائید و تقویت ہے۔

۲۔ دوسری قباحت یہ کہ اس دن اہل تشیع اپنے مذہب کے لیے بے پناہ مشقت اور سخت محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کے بر عکس مسلمان تمام دینی و دنیوی کاموں کی چھٹی کرکے اپنی بے کاری اور بے ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری قباحت یہ کہ چھٹی کی وجہ سے اکثر مسلمان تعزیہ کے جلوسوں اور ماتم کی مجلسوں میں چلے جاتے ہیں"۔ [یعنی چھٹی کی وجہ سے لوگوں کو اس منکر میں شرکت کا موقعہ مل جاتا ہے] [احسن الفتاویٰ: ۱/۳۹۴]

دیگر غیر شرعی معمولات:

ان مندرجہ بالا بدعات و خرافات کے علاوہ اور بھی کئی غیر شرعی کام ہیں جو لوگ عام طور پر اس مہینے میں کرتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

بعض علاقوں کے لوگ محرم میں پرانی قبروں کی مرمت، لیپائی اور رنگ و روغن کرتے ہیں اور قبروں پر پانی ڈالتے ہیں۔ کھجور کی ٹہنی رکھتے ہیں، قبروں پر دال مسور، باجرہ وغیرہ ڈالتے ہیں دس محرم کو قبرستان پابندی سے جاتے ہیں اور اسے کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام کام ناجائز اور شریعت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ قرآن وسنت میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور نہ صحابہؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور نہ آئمہ مجتہدینؒ سے اس کے کرنے کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قبروں کی لیپائی کرنا، پانی ڈالنا خیر القرون میں ان جیسے کاموں کا کوئی ثبوت نہیں۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو دین کے بہتر سمجھنے والے تھے، ان امور کے کرنے والے نہ تھے۔ پانی ڈالنا ایک بے ہودہ عمل ہے اور ناجائز ہے"۔ [امداد الفتاویٰ: ۵/ ۲۸۹]

خلاصۂ بحث:

ہمارا دینِ اسلام ایک کامل دین اور مکمل نظام حیات ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ [المائدہ: ۳]

آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔

زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں ہمارے دین نے ہمیں تعلیم نہ دی ہو۔ ایمانیات و عقائد کا مسئلہ ہو یا کہ عبادات و معاملات کا، شادی و غمی کا معاملہ ہو یا معاشرے میں رہن سہن کے طریقے، اخلاقیات کی بات ہو یا کہ اوقات و ایام کے تقدس و احترام کے طریقہ کار، غرض ہر چیز کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ کامل و مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ واضح اور صاف تعلیمات ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِلَّةٍ بَيْضَاءَ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا

"میں نے تم کو ایسے دین پر چھوڑا ہے کہ اس کی رات بھی دن کی طرح واضح اور روشن ہے"۔

یعنی اس میں کوئی بات اور مسئلہ چھپا ہوا نہیں بلکہ ہر معاملے کے بارے میں واضح اور کھلی تعلیم موجود ہے۔ اب چونکہ ہمارا دین مکمل اور شریعت واضح وظاہر ہے، اس لیے ہمیں ہر کام و معاملہ میں اپنے دین سے تعلیم اور رہنمائی لینی ہو گی۔ جس طرح ہمارے دین میں عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات، ایک دوسرے کے حقوق اور نظام حکومت کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ اسی طرح کسی دن کو منانے، سال، مہینوں اور ایام کے تقدس و احترام کا طریقہ بھی شریعت نے ہمیں ضرور بتایا ہوا ہو گا!

اَب دیکھنا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کسی سال، یا مہینے، یا مہینے کے کسی دن کو کس طرح منایا ہے اور اس کے تقدس و احترام کے بارے میں کیا تعلیمات

دی ہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ کا اس مہینے یا یوم کے بارے میں کوئی عمل یا ارشاد موجود ہو تو ہم اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی تابعداری کریں اور اگر منع کیا ہو تو اس سے بچ کر رہیں۔ یا اگر اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ سے کوئی ثبوت قولی و فعلی، کچھ کرنے یا نہ کرنے کا موجود نہ ہو یعنی عدم نقل ہو تو اس کے بارے میں ہمیں بھی خاموشی اختیار کر کے کچھ نہ کرنا چاہیے، کیونکہ جب شریعت یعنی قرآن و سنت اور صحابہؓ سے کوئی چیز ثابت نہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ ہماری شریعت میں نہیں ہے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ علما کا قول ہے:

وَعَدَمُ النَّقْلِ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَدُلُّ عَلٰى عَدَمِ فِعْلِهِ

[عنایہ، مجموعہ وسائل، مائۃ مسائل]

یعنی کسی عمل و چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہ ہونا [ثابت نہ ہونا] اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوتا تو ضرور صحابہؓ میں سے کسی نے بیان کر کے ہم تک پہنچا دیا ہوتا۔ اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں سورۃ احقاف کے تحت لکھا ہے کہ:

كُلُّ قَوْلٍ وَفِعْلٍ لَمْ يُثْبَتْ عَنِ الصَّحَابَةِ فَهُوَ بِدْعَةٌ

"ہر قول و فعل [بات اور کام] جو صحابہؓ سے ثابت اور نقل نہ ہو وہ بدعت ہے"

لہٰذا محرم کے بارے میں بھی روزے کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرامؓ سے دوسرا کوئی عمل یا کام ثابت نہیں اور یہ ثابت نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے یہ تمام مندرجہ بالا بیان شدہ کام نہیں کیے ہیں۔ اور جب ثابت و نقل نہیں اور انھوں نے کیے نہیں تو یہ پھر بلا شک و شبہ کے تمام بدعات و خرافات ہیں۔ یاد رکھیے! بدعت ہماری شریعت کی رو سے ایک بہت بُرا اور قبیح کام ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ [مشکوۃ]

"تم نئی نئی باتوں [بدعات] کے نکالنے سے پرہیز کرو کیونکہ ہر نئی چیز [دین میں نکالنا] بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

اور ایک دوسری روایت میں ساتھ یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ [نسائی]

"ہر گمراہی آگ یعنی دوزخ میں لے جانی والی ہے"۔

ایک حدیث شریف میں یوں بھی وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی شخص [بدعت کرنے والے] کی نماز، روزہ، حج، زکوۃ (الغرض فرض و نفلی کسی قسم کی کوئی) عبادت قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ جب بدعت اتنا برا گناہ ہے کہ اس سے انسان کا عمل ضائع ہو جاتا ہے تو اس منکر سے خود بھی بچنا اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کرنا بہت ضروری امر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

اِذَا اَحْدَثَ فِيْ اُمَّتِي الْبِدَعُ وَشُتِمَ اَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [اعتصام]

"جب میری امت میں بدعات پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا جانے لگے تو [اس وقت کے] عالم کو اپنے علم کا اظہار [بیانِ سنت اور بدعت اور دفاع صحابہؓ] کرنا چاہیے پس جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو"۔

یقیناً آج وہی وقت ہے کہ معاشرے میں بدعات چھائی ہوئی ہیں، لیکن عوام و خواص مصلحتوں کے شکار اور اپنے اغراض و دنیاوی مقاصد کے حصول کی خاطر ان بدعات و منکرات پر رد کرنے سے آنکھیں چراتے ہیں بلکہ رد تو در کنار خود اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ!

بحیثیت مسلمان ان تمام بدعات، خرافات، رسومات اور رافضی اعمال کو چھوڑنا اور ان پر رد کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو سُنی مسلمان کہنے والے، اپنے دین کو کامل و مکمل سمجھنے والے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے

دعویٰ کرنے والے آج اسلام کے دیرینہ دشمن فرقے کی وضعی و جھوٹی روایات، رسومات و بدعات کو اپنا کر اپنے دین وایمان کو مسخ کر رہے ہیں۔

اے مسلمانو! کیا تم موت کو بھلا بیٹھے ہو؟ قبر میں اس وقت تمھارا کیا جواب ہو گا جب تم سے پوچھا جائے گا کہ "مَا دِيْنُكَ"؟ "تم کونسے دین کے پیروکار ہو؟" یہ تمام خرافات و بدعات اور رافضیت لے کر! تم قیامت کے دن اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے پیش ہو گے؟ کیا تمھیں ابھی تک ہوش نہیں آیا؟

اور آج سے اس بات کا عہد کر لیں کہ دوسری قوموں کی اندھی تقلید اور بدعات اور رسومات چھوڑ کر صحیح مسلمان بن کر صرف اور صرف اپنے دین وشریعت کے پابند ہو جائیں۔

ہم اہلِ تشیع حضرات سے بھی یہ اپیل کرتے ہیں کہ فرقہ واریت چھوڑ کر قرآن وسنت کا عقیدہ اپنائیں۔ اپنے قول و فعل میں انھیں دو بنیادوں کی سیدھی سادھی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھیں۔ جو عقائد اور طریقے اس میں درج ہیں آؤ مل کر انہیں اپناتے ہیں۔ صرف اہلِ بیت نہیں بلکہ بشمول اہلِ بیت تمام صحابہؓ سے محبت اور احترام دل میں پیدا کریں۔ مسلمان کہلانے والی اس امت میں تعصب اور نفرت کے بیج بونے کی بجائے قرآن کی رسی تھام لیں۔ ثواب کے خودساختہ طریقے جو صدیوں سے بلا دلیلِ شرعی رائج کرتے چلے آرہے ہو، انھیں چھوڑ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں، کیونکہ اسی میں ہمارے دین و دنیا کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ